تاریخ فرشتہ میں مذکور مشائخ کے احوال

ڈاکٹر نکہت فاطمہ

محمود غزنوی کے زمانے میں ہندوستان میں فارسی زبان وادب کی تبلیغ وترویج کا آغاز ہوا۔ سلاطین دہلی کے سبھی خاندانوں اور مغل خاندان نے فارسی زبان وادب کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے علماء فضلاء، شعراء اور ادباء کی سرپرستی کی، اور نظم ونثر کی ہر صنف نے ترقی کی۔ بادشاہوں نے اپنے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنے دور کی تاریخیں لکھوانے میں بے انتہا دلچسپی لی۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں جو اس دور کے مروجہ علوم اور ان کی مختلف شاخوں سے متعلق ہیں۔ اس دور میں فارسی میں لکھنے والوں نے جس موضوع پر خاص توجہ دی وہ تاریخ نگاری ہے۔ تقریباً سات سو سالہ ہندوستان کی سیاسی، ادبی اور سماجی تاریخ اگر کسی زبان میں مبسوط طور پر ملتی ہے تو وہ فارسی زبان میں ہی ہے۔

محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ گلشن ابراہیمی موسوم بہ تاریخ فرشتہ ہندوستان میں قلمبند کی جانے والی اہم تاریخی کتب میں سے ایک ہے۔ محمد قاسم فرشتہ کے حالات زندگی تفصیل سے معلوم نہیں ہوئے، حالانکہ اس نے اپنی تاریخ میں بہت سے گمنام لوگوں کا ذکر کیا ہے، لیکن اس نے خود اپنے بارے میں زیادہ نہیں لکھا البتہ کہیں کہیں ایسے اشارات ضرور ملتے ہیں جن سے اس کے حالات زندگی پر مختصر روشنی پڑتی ہے۔ فرشتہ کا پورا نام محمد قاسم ہندوشاہ استرابادی اور لقب فرشتہ، والد کا نام مولانا غلام علی ہندوشاہ تھا۔ تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ مورّخ صرف اتنا لکھتا ہے کہ آغاز جوانی میں وہ احمد نگر میں مقیم تھا۔[۱]

۹۹۸ھ/۱۸۵۶ء میں اس نے احمد نگر سے بیجا پور کی راہ لی اور ابراہیم عادل شاہ ثانی (حکومت: ۹۸۸۔۷۱۰۳۷ھ/۱۵۸۵۔۷۱۶۲۷ء) کے دربار میں رسائی حاصل کرکے اس کے ملازمین میں شامل ہوگیا۔[۲] بادشاہ نے فرشتہ کو اپنے دور کی تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ بادشاہ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے، اس نے متقدمین مورخین کی تواریخ کا مطالعہ کیا۔ اس بات کا اظہار اس نے تاریخ فرشتہ کے دیباچہ میں بھی کیا ہے۔[۳] فرشتہ نے ان مآخذ کا بھی ذکر کیا ہے جو اس کے مطالعہ میں رہے اور جن سے اس نے تاریخ فرشتہ لکھتے وقت استفادہ کیا۔ بیانات کی تائید میں ان میں سے بعض کے

حوالے بھی دئے ہیں مثلاً ترجمہ عینی، زین الاخبار ، تاج المآثر ، طبقات ناصری، ملحقات شیخ عین الدین بیجاپوری، تاریخ فیروز شاہی، فتوحات فیروز شاہی، واقعات بابری، واقعات ہمایونی ، تاریخ بناکتی، تاریخ مبارک شاہی ، بہمن نامہ شیخ آذری ، سراج التواریخ بہمنی ، تحفۃ السلاطین بہمنی ، تاریخ الفی، روضۃ الاصفا، حبیب السیر ، تاریخ حاجی محمد قندھاری، طبقات محمود شاہی گجراتی، مآثر محمود شاہی گجراتی ، تاریخ بہادر شاہ گجراتی، تاریخ مظفر شاہی گجراتی ، تاریخ نظام الدین احمد بخشی، تاریخ بنگالہ، تاریخ سندھ ، تاریخ کشمیر، فوائد الفواد، خیر المجالس اور سیر العارفین وغیرہ ۔

ان مآخذ اور اپنے تجربات وذاتی مشاہدات کی روشنی میں اور سنی سنائی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے فرشتہ نے اپنے دور کے حالات ، واقعات اور دوسرے بادشاہوں کے کارنامے اور مشائخ کے حالات قلمبند کرکے ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء میں بادشاہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ اس نے اپنی تاریخ کا عنوان ''گلشن ابراہیمی'' اسی بادشاہ کے نام کی مناسبت سے رکھا، جو بعد میں تاریخ فرشتہ کے نام سے مشہور ہوئی ۔

فرشتہ نے تاریخ فرشتہ ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ میں اپنے بادشاہ کو معنون کی۔ لیکن اسی میں درج مذکورہ سال کے بعض واقعات اور حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مورخ مذکورہ سال کے بعد بھی اپنی اس تاریخی کتاب پر نظر ثانی کرتا رہا اور اس سال کے بعد کے واقعات بھی شامل کرتا رہا۔ اس نے سب سے آخری واقعہ سال ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳۔۱۶۲۴ء کا بیان کیا ہے ۔ چونکہ فرشتہ کی تاریخ وفات بھی پردہ میں ہے، اس لیے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳۔ ۱۶۲۴ء تک زندہ تھا۔

محمد قاسم ہندوشاہ فرشتہ کی تصنیف تاریخ فرشتہ یا گلشن ابراہیمی یا نورس نامہ دو جلدوں میں ہے اور دیباچہ ، مقدمہ، بارہ مقالات یا ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مورخ نے پورے ملک ہندوستان کی اپنے دور تک کی ایک مفصل تاریخ لکھی، جو کہ قدیم ہندستان کی تاریخ ، ہندؤں کے عقائد، مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے اکبر شاہ کی وفات تک کے حالات کے علاوہ علاقائی سلطنتوں مثلاً گجرات، مالوہ، خاندیش ، بنگال ، سندھ ، ملتان ، کشمیر، مالابار اوراس کے علاوہ ہندوستان کے مشائخ کے حالات پر مشتمل ہے۔

تاریخ فرشتہ ہندوستان کے دور وسطی کی تاریخ اور خصوصاً دکن کی تاریخ کے مطالعہ کے لئے

ایک اہم تاریخی مآخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ غالبًا پہلی کتاب ہے جس میں مشائخ کا ذکر ایک الگ باب میں کیا گیا ہے۔ نظام الدین احمد بخشی نے طبقات اکبری میں علماء، حکماء، شعرا اور عرفا کا ذکر کیا ہے، مگر وہ پیشتر دورۂ اکبری سے متعلق ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تاریخ فرشتہ کا بار ہواں مقالہ ہندوستان کے مشائخ کا تذکرہ ہے۔ اس مقالہ میں مورّخ نے طوالت کے باعث صرف چشتیہ اور سہروردیہ فرقہ کے مشائخ کے حالات لکھے ہیں۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس نے یہ احوال اپنے ناقص علم کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ اگر اس کی عمر نے وفا کی اور ہندوستان کے اولیاء سے متعلق تذکرے اسے دستیاب ہوئے تو وہ ان بزرگوں کے تفصیلی حالات دوبارہ لکھے گا اور اسے اپنی تاریخ کے ضمیمہ میں شامل کرے گا۔ [۴] اس کے علاوہ مورخ نے مختلف مقالات میں علاقائی سلطنتوں کا ذکر کرنے کے دوران ان ادوار کے مشہور عرفا کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ ان چند اہم اور تاریخی مآخذ میں شامل ہے جن سے ہمیں قدیم دور سے خود مؤلف کے زمانے تک ہندستان کے متعدد معروف مشائخ کے احوال مل جاتے ہیں۔ فرشتہ نے تاریخ میں تقریباً ۳۶ مشائخ کے احوال وآثار اور تعلیمات پیش کیے ہیں۔ یہ مشائخ مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس مقالے میں تاریخ فرشتہ کی روشنی میں کچھ مشائخ کے احوال مختصراً پیش کیے جارہے ہیں:

خواجہ معین الدین حسن سنجری:

فرشتہ نے سب سے پہلے ہندوستان میں چشتی دبستان تصوف کے بانی خواجہ معین الدین محمد حسن سنجری کے احوال اور ان کی تعلیمات پر بحث کی ہے۔ خواجہ کی پیدائش سجستان میں اور پرورش خراسان میں ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ کی ملاقات ایک مجذوب ابراہیم قندوزی سے ہوئی۔ اس ملاقات سے آپ کے اندر ایک نور روشن ہوا۔ اور گھر وجائداد سے دل اچاٹ ہوگیا۔ اس کے بعد آپ ایک عرصہ تک سمرقند وبخارا میں رہے۔ قرآن کریم حفظ کیا اور ظاہری علوم پڑھے۔ وہاں سے عراق بغداد، ہمدان، تبریز، فرخان، استرابادشہروں کا سفر کیا اور دوران سفر جہاں ایک طرف آپ نے وہاں کے بزرگان دین مثلاً شیخ عثمان ہارونی، شیخ یوسف ہمدانی، شیخ ابوسعید تبریزی اور شیخ ناصرالدین استرابادی سے ملاقات کی، وہیں دوسری طرف اوحدالدین کرمانی اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ سے کسب فیض کیا۔ اصفہان میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے آپ سے ارادت کا شرف

حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ ہرات اور پھر بلخ روانہ ہوئے۔ وہاں جب آپ کی شہرت کا غلبہ حد سے بڑھ گیا، تب آپ مولانا ضیاء الدین کو خرقہ خلافت عطا کرکے غزنین سے دہلی اور پھر ۵۶۱ھ / ۱۱۶۵۔۱۱۶۶ء میں اجمیر پہنچے۔ ان دنوں وہان کفار کا غلبہ تھا۔ اور سید حسین مشہدی خنگ سوار، جو کہ شیعہ مذہب کا پیروکار اور صلاح وتقویٰ میں آراستہ وپیراستہ تھا، ان دنوں اجمیر کے داروغہ کے عہدہ پر فائز تھا۔ وہ اور اجمیر کے کفار خواجہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ خواجہ چشتی شمس الدین التتمش کے دور میں دوبار اپنے مرید خواجہ قطب الدین کاکی سے ملاقات کے لئے دہلی گئے اور دوسری بار دہلی سے واپسی پر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ نکاح کے سات سال بعد ستانوے برس کی عمر میں ۶ رجب ۶۳۳ھ/ ۱۶مارچ ۱۲۳۶ء میں وفات پائی۔ بقول فرشتہ آپ کی وفات کے بعد ہر عہد کے بادشاہ آپ کے روضہ پر نذور بھیجتے تھے۔ خصوصاً جلال الدین محمد اکبر آپ سے بے انتہا عقیدت رکھتا تھا اور اکثر اجمیر پیدل جاکر آپ کے مزار کی زیارت کرتا تھا۔ ۵

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی المعروف بہ کاکی:

آپ کی ولادت ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد والدہ نے آپ کی پرورش کی اور تعلیم وتربیت کے لئے مکتب بھیجا۔ آپ نے شریعت وطریقت کے آداب حاصل کئے اور دینی معاملات میں آراستہ وپیراستہ ہوئے۔ اصفہان میں آپ خواجہ معین الدین چشتی کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد آپ بغداد گئے اور وہاں کے عرفاء مثلاً شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحدالدین کرمانی سے فیض حاصل کیا۔ اپنے پیر خواجہ معین الدین سے ملاقات کرنے کے لئے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ راستہ میں ملتان میں کچھ روز حضرت بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں رہے اور وہیں شیخ فرید الدین گنج شکر آپ کے مرید ہوئے۔ دہلی پہنچ کر آپ نے کیلوکھری میں سکونت اختیار کی۔ نہ صرف بادشاہ وقت، شمس الدین التتمش ، اس دور کے مشائخ شیخ الاسلام شیخ جمال الدین بسطامی، شیخ حمید الدین ناگوری بھی بلکہ دہلی کا ہر عام وخاص خواجہ کا ارادتمند ہوگیا۔ التتمش ہفتہ میں دوبار آپ کی زیارت کے لئے جاتا اور فیضیاب ہوتا تھا۔ ۶ خواجہ نے عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ آخری زمانے میں ازدواجی زندگی بھی اختیار کی اور دو بیٹے شیخ احمد اور شیخ محمد پیدا ہوئے۔ ایک روز آپ شیخ علی سجستانی کی خانقاہ میں محفل سماع میں شریک تھے۔ سماع میں یہ شعر سنا:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

آپ کو شعر پر حال، تغیر اور تحیر پیدا ہوا۔ تین دن آپ وجد کی حالت میں رہے اور اسی حال میں شیخ فرید الدین گنج شکر کو خرقہ عطا کرنے کی وصیت کے بعد ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ/ ۱۵ نومبر ۱۲۳۶ھ میں خالق حقیقی سے جاملے۔ ۷

قاضی حمید الدین ناگوری:

آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ارادتمندوں میں سے تھے۔ شمس الدین التتمش کے عہد حکومت میں ہندستان تشریف لائے۔ آپ سماع پسند فرماتے تھے اور آپ کی محفلوں میں روزانہ محفل سماع منعقد ہوتی تھی۔ التتمش کے دور کے علماء نے ان پر اعتراض کیا۔ سلطان نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا اور علماء نے ان سے بحث ومباحثہ کیا اور پوچھا کہ سماع حلال ہے یا حرام؟ قاضی صاحب نے فرمایا: اہل قال پر حرام ہے اور اہل حال پر حلال۔ پھر آپ نے سلطان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک رات بغداد میں اہل حال سماع میں مشغول تھے اور آپ آقا کے حکم کے موجب اس رات اہل مجلس کی خدمت میں کمربستہ ہاتھ میں شمع پکڑے کھڑے تھے۔ ان درویشوں کی نظر آپ پر پڑی اور آپ ان کی نظروں کے فیض سے اس مرتبہ تک پہنچ گئے۔ سلطان کو وہ واقعہ یاد آیا اور وہ متاثر ہوا۔ قاضی صاحب کو اپنے قریب بٹھایا اور اس کے بعد خود بھی سماع کی محفلوں میں شریک ہونے لگا۔ ۸

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر:

آپ خواجہ کاکی کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے والد کابل سے ملتان آئے اور قصبہ کھوتوال میں قیام پذیر ہوئے۔ وہیں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور ۵۸۴ھ/ ۱۱۸۸۔۱۱۸۹ء میں شیخ فریدالدین کی ولادت ہوئی۔ شیخ نے اپنے دور کے ملتان کے مشہور علماء سے تعلیم حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کیا۔ ملتان میں آپ خواجہ کاکی کی ارادت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ نے انہیں ظاہری علوم میں مشغول رہنے اور دہلی آنے کا حکم دیا۔ دہلی آنے کے بعد خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کی شہرت زیادہ ہونے لگی تو آپ خواجہ کاکی سے رخصت لے کر ہانسی چلے گئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی۔ وہاں بھی جب آپ کی شہرت اور لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا تب شیخ جمال الدین

ہانسوی کو خرقہ عطا کر کے دیپال پور کے قصبہ اجودہن میں جو کہ اب پٹن شیخ فرید کے نام سے مشہور ہے، مقیم ہو گئے۔ ۹ تاریخ فرشتہ کے مطابق شیخ کی وفات پچانوے برس کی عمر میں ۷۶۰/ ۱۳۵۹ء میں ہوئی۔ ۱۰

شیخ نظام الدین اولیاءؒ:

شیخ نظام الدین اولیاء شیخ فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے والد غزنیں سے ہندوستان آئے اور بدایوں میں قیام کیا جہاں آپ کی پیدائش ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے پر والدہ نے آپ کی پرورش کی۔ بعد میں آپ دہلی تشریف لائے اور علمائے وقت سے کسب فیض کیا۔ تاریخ فرشتہ میں درج ہے کہ ایک غیبی آواز نے آپ کو غیاث پور میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا ۱۱ تاریخ فرشتہ میں شیخ کے کئی مریدوں کا ذکر ہے مثلاً شیخ برہان الدین غریب، شیخ نصیرالدین محمود اودھی، شیخ اخی سراج، مؤلف سیر الاولیاء، سید محمد کرمانی مشہور بہ میر خورد، مؤلف فوائد، الفواد حسن سجزی، امیر خسرو، مولانا شمس الدین یحیٰی وغیرہ۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے نہ صرف عام لوگ بلکہ افراد اور بادشاہ وقت بھی ارادت رکھتے تھے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ علاؤ الدین حسن گانگو بہمنی بھی سلطان المشائخ کا معتقد تھا۔ صاحب اقتدار ہونے سے قبل ایک روز علاؤ الدین حسن بہمنی حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں ان کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے محمد بن تغلق، جو ان دنوں شہزادہ تھا، شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر واپس گیا تھا۔ علاء الدین حسن ابھی دروازہ پر ہی تھے کہ شیخ نے ایک ملازم کو اسے اندر لانے کے لئے بھیجا اور فرمایا: ''سلطانی وسلطانی آمد'' یہ پڑھ سلطان المشائخ نے علاء الدین پر خاص التفات فرمایا اور ایک روٹی جو اپنے افطار کے لئے رکھی تھی انگلی پر رکھ کر علاء الدین کو اس بشارت کے ساتھ دی۔ '' این چتر شاہی است کہ پس از مدتی دراز ومحنت دیر باز در دکن روزی نصیب تو خواہد شد۔'' ۱۲ حضرت محبوب الٰہی نے وفات سے قبل شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو خرقہ عطا کیا۔ آپ کی وفات پچانوے برس کی عمر میں ۷۲۵ھ ہوئی۔ آپ غیاث پور میں، جو کہ اب نئی دہلی میں نظام الدین کے نام سے مشہور ہے، مدفون ہیں۔

شیخ نصیر الدین المشہور بہ چراغ دہلی:

آپ شیخ نظام الدین اولیاء کے اعظم خلیفہ ہیں۔ آپ علوم ظاہری وباطنی کا مجموعہ تھے۔ شیخ

نظام الدین اولیاء کے دوست واحباب آپ کو" گنج معانی" کہتے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد آپ ان کے سجادہ نشین ہوئے اور اہل دہلی کے رشدو ہدایات میں مشغول ہوئے۔ شیخ کے چراغ دہلی لقب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبد اللہ یافعی کی زبان مبارک سے نکلا کہ دہلی کے مشائخ میں اب صرف شیخ نصیر الدین ہی باقی بچے ہیں اور دہلی کے چراغ کی مانند ہیں۔ تب سے شیخ نصیر الدین ، چراغ دہلی، کے لقب سے مشہور ہوئے ۱۳ شیخ کے مریدوں میں مخدوم جہانیان سید جلا ل الدین حسین بخاری ، سید محمد گیسودراز، شیخ اخی سراج، شیخ حسام الدین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شیخ چراغ دہلی کی وفات ۷۵۷ / ۱۳۵۶ء میں ہوئی۔

شیخ اخی سراج پروانہ:

شیخ اخی سراج حضرت محبوب الٰہی کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔آپ کو حضرت محبوب الٰہی نے اپنے سلسلہ کی ترویج کے لئے بنگال روانہ کیا گیا تھا۔ بقول فرشتہ حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات کے بعد آپ جب دہلی آئے تو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ارادتمند ہوکر اعلیٰ درجات حاصل کیے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔مشہور ہے کہ جب شیخ نصیر الدین اودھی نے انہیں بنگال رخصت ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاء الدین قل موجود ہیں اور وہاں کے لوگ ان سے رجوع کرتے ہیں۔ میرے وہاں ہونے کا کیا اثر ہوگا؟ تب شیخ نے ہندی زبان میں فرمایا:" تم اوپر وی تل"۔ اوراس طرح شیخ اخی سراج کو برتری کی بشارت دے کر بنگال رخصت کیا۔ ۱۴

شاہ منتخب الدین المعروف بہ زرزری زربخش:

آپ شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پہنچے اور ان کے مرید ہوگئے ۔ چونکہ علوم متداولہ اور اخلاق حسنہ میں باکمال تھے، شیخ کے منظور نظر ہوئے اور اعلیٰ مراتب حاصل کیے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے شاہ منتخب الدین کو خلافت نامہ، مصلہ عصا اور خلعت کے ساتھ دکن کی خلافت عطا کی۔ آپ کے زرزری زربخش نام سے مشہور ہونے کے بارے میں فرشتہ لکھتا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی نے دکن کی خلافت عطا کرتے وقت اپنے سات سو مرید بھی آپ کے ساتھ کردئے۔ آپ ان کے خرچ کے بارے میں سوچ کر پریشان ہوئے تو حضرت نظام الدین اولیاء نے کہا کہ ان سب

کا خرچ تہجد کے وقت غیب سے پہنچے گا۔اور ایسا ہی ہوا۔ ہر شب ایک زرین ڈبہ غیب سے آتا اور شاہ اسے فروخت کرکے درویشوں میں تقسیم کردیتے۔ ۱۵؎

شیخ برہان الدین غریب :

آپ بھی شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ شاہ منتخب الدین زرزری زربخش کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء نے آپ کو دکن کی خلافت عنایت کی۔ شیخ برہان الدین کی وفات دولت آباد میں ہوئی۔ آپ وہیں مدفون ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد شیخ زین الدین آپ کے جانشین ہوئے۔ ۱۶؎ خاندیس کے حکمراں نصیر خان فاروقی نے شیخ برہان الدین کے نام پر'برہان پور' شہر آباد کیا۔

شیخ نظام الدین ابو المؤید:

یہ سلطان غیاث الدین بلبن اور شمس الدین التمش کے عہد کے مشہور بزرگوں میں سے تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہم عصر اور مرید تھے۔

شیخ سلیم چشتی:

شیخ سلیم چشتی شیخ فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں سے تھے۔آپ کے والد سپاہی تھے اور سیکری میں قیام پذیر تھے ۔ آپ کی پیدائش بھی سیکری میں ہوئی۔ متداولہ علوم پر عبور حاصل کیااور مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ ہندوستان واپس آکر سیکری میں عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوگئے۔ شیر شاہ سوری ،سلیم شاہ سوری اور جلال الدین اکبر شیخ سلیم سے خاص ارادت رکھتے تھے۔ بقول فرشتہ، شیخ سلیم نے شہزادہ سلیم کی پیدائش اور لمبی عمر کی بشارت دی تھی۔ ۱۷؎ تاریخ فرشتہ میں آپ کی وفات ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۲۔۱۵۶۳ء درج ہے۔ ۱۸؎

شیخ بہاؤالدین زکریا:

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور غیاث الدین بلبن اور التمش کے عہد کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کے دادا کا نام کمال الدین علی شاہ قریشی اور والد کا نام وجیہ الدین تھا۔ آپ کی پیدائش ۵۷۸ھ/ ۱۱۸۲۔۱۱۸۳ء میں ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد شیخ زکریا

خراسان تشریف لے گئے اور وہاں مختلف بزرگان دین سے کسب فیض کیا۔تقریباً پندرہ سال تدریس میں مشغول رہے۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد پانچ سال مدینہ منورہ میں رہے۔ اس کے بعد بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچ کر ان سے خرقہ حاصل کیا۔ شیخ الشیوخ کے حکم کے موجب شیخ زکریا ملتان تشریف لے گئے اور وہاں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ ۱۹ آپ کے مریدوں میں سید جلال بخاری، شیخ فخرالدین عراقی اور امیر حسین قابل ذکر ہیں۔فرشتہ کے مطابق آپ کی وفات ۶۶۶ھ/ ۱۳۶۷۔۱۲۶۸ء میں ہوئی۔ ۲۰

شیخ فخرالدین عراقی:

آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مرید تھے۔ ہمدان کے مدرسہ میں تعلیم سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ شیخ کی وفات کے بعد حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے روم گئے۔آپ کی مشہور تصنیف 'لمعات' ہے۔فرشتہ نے آپ کے اشعار نقل کیے ہیں:

نخستین بادہ کا نذر جام کردند — زچشم مست ساقی وام کردند
برای صید مرغ جان عاشق — ززلف ماہ رویان دام کردند
بعالم ھر کجا رنج و ملامت — بہم (بہم) کردند عشقش نام کردند
زبہر نقل ملتان ازلب و چشم — مہیا شکر و بادام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش — عراقی را چرا بدنام کردند ۲۱

شیخ فخرالدین عراقی کی وفات ہشتم ذی قعدہ ۷۸۸ھ/ ۱۳۸۶ء ۲۲ میں ہوئی۔ اور ان کا مزار دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کے پاس ہے۔ ۲۳

شیخ امیر حسین :

آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مرید تھے۔ اپنے والد کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملتان آئے۔اس وقت مرید نہیں ہوئے تھے۔علمی مدارج میں باکمال تھے۔ والد کی وفات کے بعد دنیا ترک کردی۔ جو کچھ بھی تھا سب فقراء میں تقسیم کرکے ملتان آگئے اور شیخ کے مرید ہوکر تین سال ان کی خدمت کرکے صاحب کمال ہوئے۔ آپ کی تصانیف مثلاً نزہت الارواح، زاد المسافرین اور کنز

الرموز وغیرہ کی اصلاح شیخ بہاؤ الدین زکریا نے کی۔ کنز الرموز میں شیخ اور ان کے فرزند صدر الدین عارف کی مدح میں اشعار کہے:

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء واصل حضرت ندیم کبریا
مفخر ملت بہار شرع دین جان پاکش منبع صدق ویقین
از وجود او بہ نزد دوستان جنت الماوی شدہ ہندوستان
منکہ رو از نیک و از بد تافتم این سعادت از قبولش یافتم
رخت ہستی چون برون برد ازمیان کرد پرواز ہما بر آشیان
آن بلند آوازۂ عالم پناہ سر در عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق نہ فلک بر خون جودش یک طبق

امیر حسین کی وفات ۶ شوال ۷۱۸ھ/ ۲۰ نومبر ۱۳۱۴ء میں ہوئی۔ ۲۴

سید جلال الدین بخاری:

آپ بخارا سے بھکر، پھر بھکر سے ملتان آئے اور حضرت بہاء الدین زکریا سے بیعت کر کے خرقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ملتان سے اچہ تشریف لے گئے، جہاں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور تین بیٹے سید احمد کبیر، سید بہاؤ الدین اور سید محمد پیدا ہوئے۔ آپ کا مزار اچہ میں ہے۔ ۲۵

شیخ حسن افغان:

شیخ حسن افغان بھی شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مرید تھے۔ شیخ زکریا اکثر اپنی زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن خدا کی طرف سے یہ آواز آئی کہ تم ہمارے دربار میں کیا لائے ہو تو کہوں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں ۲۶

شیخ صدر الدین عارف:

آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے فرزند تھے۔ والد کی وفات کے بعد ساری میراث فقراء میں تقسیم کر کے رشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت سارے اولیاء آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جن میں شیخ جمال خنداق، شیخ احمد

معشوق، مولانا علاء الدین خجندی، شیخ رکن الدین ابو الفتح کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد خرقہ خلافت آپ کے فرزند شیخ رکن الدین ابوالفتح کو ملا۔ ۲۷

شیخ رکن الدین ابو الفتح:

آپ ظاہری اور باطنی علوم میں کامل اور کشف وکرامات میں مشہور تھے۔ فرشتہ نے آپ کی عظمت اور بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔ آپ جب شکم مادر میں پرورش پا رہے تھے تبھی آپ کے دادا شیخ بہاؤ الدین زکریا پر آپ کی بزرگی اور عظمت ظاہر ہوگئی تھی۔ ۲۸ آپ ملتان میں طالبان حق کی راہنمائی کرتے تھے۔ دہلی میں بھی شیخ رکن الدین کے مریدوں کی کثیر تعداد تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کی خبر سن کر آپ دہلی تشریف لائے۔ انہیں ایام میں غیاث الدین تغلق کی بنگالہ کی مہم سے واپسی پر محمد بن تغلق نے افغان پور میں بنائے گئے ایک محل میں ضیافت کا اہتمام کیا، جس میں شیخ رکن الدین بھی موجود تھے۔ کھانے کے دوران شیخ نے بادشاہ کو محل سے باہر آنے کے لئے کہا، جس پر بادشاہ غیاث الدین نے کہا کہ وہ کھانے سے فارغ ہو کر محل سے باہر آئے گا۔ شیخ چلے گئے اور اسی وقت محل کی چھت گرنے سے بادشاہ جاں بحق ہوگیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ کو محل کی چھت گرنے کا الہام ہوگیا تھا۔ مخدوم جہانیان سے جلال بخاری اور شیخ عثمان سیاح شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مریدوں میں سے تھے۔ ۲۹

شیخ احمد معشوق:

آپ شیخ صدر الدین عارف کے مرید وخلیفہ تھے۔ تجارت کی غرض سے قندھار سے ملتان تشریف لائے ہیں۔ شیخ صدر الدین سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ ان کے مرید ہوگئے۔ ۳۰

مولانا شیخ حسام الدین:

آپ بھی شیخ صدر الدین عارف کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ کو بدایوں میں رہنے کا حکم ملا تھا۔ چنانچہ آپ آخر وقت تک وہیں رہے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ ۳۱

مخدوم جہانیان سید جلال الدین حسین بخاری:

آپ کے والد کا نام سید احمد کبیر اور دادا کا نام سید جلال الدین بخاری تھا۔ آپ کا لقب

مخدوم جہانیان ہے ۔ آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مرید اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ ہوئے۔ چونکہ سیاحت بہت زیادہ کی تھی اسی لئے 'جہان گشت' کے نام سے مشہور ہیں۔ فرشتہ نے آپ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ ستتر (۷۷) سال کی عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ روز بروز کمزور ہونے لگے اور عیدالاضحیٰ کی نماز کی ادائیگی کے بعد خالق حقیقی سے جاملے۔ ۳۲؎ آپ کا مزار اچہ میں ہے۔

شیخ عثمان سیاح:

آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مرید تھے۔ شیخ عثمان نے ایک روز کیلوکھری میں دریائے جمنا کے کنارے شیخ رکن الدین کو دیکھا اور ان کے مرید ہوگئے۔ مرید ہونے کے بعد شیخ عثمان نے دنیا ترک کردی۔ پھر آپ اپنے پسر کے ہمراہ ملتان گئے۔ وہاں سے آپ مکہ معظّمہ پہنچے۔ حج کرنے کے بعد دوبارہ ملتان آئے، جہاں شیخ رکن الدین نے آپ کو اپنا خاص لباس عطا کرکے دہلی میں حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دہلی شیخ عثمان سیاح حضرت نظام الدین اولالیاء کی خدمت میں رہتے تھے اور سماع ووجد پسند کرتے تھے۔ ۳۳؎

سید محمد گیسودراز:

آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفہ اور مرید تھے۔ شیخ کے وصال کے بعد آپ دکن تشریف لے گئے اور وہاں کے تمام لوگ آپ کے مطیع وحلقہ بگوش ہوگئے۔ آپ کا مزار حسن آباد، گلبرگہ، میں ہے۔

شیخ علائی:

آپ سلیم شاہ سوری کے عہد کے بزرگان دین میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام حسن تھا۔ وہ شیخ دلیم چشتی کے مریدوں میں سے تھے۔ اور قصبہ بیانہ میں شیخ سلیم چشتی کے سجادہ نشین تھے۔ والد کی وفات کے بعد شیخ علائی جوکہ علم وفضل میں نمایاں مقام رکھتے تھے، اپنے والد کے قائم مقام ہوئے اور طالبان حق کی رشدو ہدایت میں مشغول ہوگئے۔ ۳۴؎

شاہ طاہر:

شاہ طاہر افریقہ کے اسمٰعیلیہ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ دینداری، تقویٰ اور علم میں بے نظیر تھے۔ بے شمار مشائخ کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ شاہ طاہر ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱۔۱۵۲۳ء میں احمد نگر تشریف لائے۔ سلطان برہان نظام شاہ نے ان کا استقبال کیا اور شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کرکے درس وتدریس کے فرائض سپرد کیے۔ شاہ طاہر نے برہان نظام شاہ کو شیعہ مذہب کی طرف مائل کیا۔ ان کے زیر اثر نہ صرف بادشاہ بلکہ شاہی خاندان کے دیگر افراد اور ارا کین سلطنت نے بھی شیعہ مذہب قبول کرلیا۔ شاہ طاہر کی وفات ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء میں ہوئی۔ احمد نگر میں تدفین عمل میں آئی، لیکن بعد میں ان کا جسد خاکی کربلائے معلیٰ بھیج دیا گیا، جہاں انہیں حضرت امام حسینؑ کے مزار کے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر سپرد خاک کردیا گیا۔[۳۵]

حواشی:

۱۔تاریخ فرشتہ، ج ا،س ۳

۲۔ایضاً، ج ا،ص ۴۔

۳۔ایضاً

۴۔ایضاً، ج ۲،ص ۳۷۴

۵۔ایضاً، ج ۲،ص ۳۷۷

۶۔ایضاً، ج ۲،ص۳۷۹۔۳۸۰

۷۔ایضاً، ج ۲،ص ۳۸۲،سیر الاولیاء،ص ۶۶ اور اخبار الاخیار،ص ۶۵ میں تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ/ ۲۶نومبر ۱۲۳۵ء درج ہے۔

۸۔تاریخ ایضاً، ج ا،ص ۶۷

۹۔ایضاً، ج ا،ص ۲۸۴

۱۰۔ایضاً، ج ۲،ص ۳۹۰

۱۱۔ایضاً، ج ۲،ص ۳۹۳

۱۲۔ایضاً، ج ا،ص ۲۷۴

۱۳۔ایضاً، ج ۲،ص۳۹۹

۱۴۔ایضاً، ج ۲،ص۳۹۹۔۴۰۰

۱۵۔تاریخ فرشتہ، ج ۲،ص ۴۰۰

۱۶۔ایضاً ،ج ۲،ص۴۰۰۔۴۰۱

۱۷۔ایضاً ،ج ۲،ص۲۵۸

۱۸۔ایضاً ،ج ۲،ص ۴۰۴،اخبار الاخیار،ص ۲۷۷ اور طبقات اکبری،ص ۳۹۳ میں تاریخ وفات ۶۹۷ھ/ ۱۵۷۱۔۱۵۷۲ء درج ہے۔

۱۹۔ایضاً ، ج ۲ ص ۴۰۴۔ ۴۰۵

۲۰۔ایضاً ،ج ۲،ص ۴۰۹۔ اخبار الاخیار،ص ۲۶۔۲۷میں ۶۶۲ھ/ ۱۲۶۲۔۱۲۶۳ء درج ہے۔

۲۱۔ ایضاً ، ج ۲،ص ۴۰۵۔۴۰۶

۲۲۔شیخ فخرالدین عراقی کی تاریخ وفات تاریخ گذیدہ ،ص ۷۳۸ھ/ ۱۳۸۴۔۱۳۸۵ء،نفحات الانس، ص۵۴۵میں ۶۸۸ھ/ ۱۳۸۶۔۱۳۸۷ء اور تذکرۃ الشعراءص ۱۶۲ میں ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹۔۱۳۱۰ءنقل کی گئی ہے۔

۲۳۔تاریخ فرشتہ، ج ۲،ص ۴۹۶

۲۴۔ایضاً تذکرۃ الشعراء،ص ۱۶۸ میں ۱۶ شوال ۷۱۹ھ/ ۳۰ نومبر ۱۳۱۹ء درج ہے۔

۲۵۔ایضاً، ج ۲ ص ۴۱۵

۲۶۔ایضاً ،ج ۲،ص ۴۱۳

۲۷۔ایضاً ،ج ۲،ص۴۱۱

۲۸۔ایضاً ،ج ۲،ص۴۱۱

۲۹۔ایضاً ،ج ۲،ص۴۱۲

۳۰۔ایضاً ،ج ۲،ص ۴۱۳

۳۱۔ایضاً ،ج ۲،ص۴۱۴

۳۲۔ایضاً ،ج ۲،ص ۴۱۷۔ بقول صاحب اخبار الاخیار(ص۱۴۰) آپ کی ولادت شب برات ۷۰۷ھ/جنوری ۱۳۰۸ء اور وفات عبد الاضحیٰ ۷۸۵ھ/جنوری ۱۳۸۴ء میں اٹھتر(۷۸) سال کی عمر میں ہوئی۔ص ۱۴۰۔

۳۳۔تاریخ فرشتہ، ج ۲،ص ۴۱۴

۳۴۔ایضاً ،ج ۲،ص ۲۳۲

۳۵۔ایضاً ،ج ۲،ص۱۱۸

مآخذ:

۱۔عبد الحق محدث دہلوی،اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،مطبع مجتبائی، دہلی،۱۳۰۹ھ

۲۔حمد اللہ مستوفی ، تاریخ گذیدہ، بہ اہتمام دکتر عبد الحسین نوایی، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر تہران، چاپ سوم، ۱۳۶۶

۳۔محمد قاسم ہندوشاہ فرشتہ ،تاریخ فرشتہ ،نولکشور، کانپور، ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۴ء

۴۔دولت شاہ سمرقندی ، تذکرۃ الشعراء ،مقدمہ محمد رمضانی، انتشارات پدید خاور، چاپ دوم، ۱۳۶۶ھ

۵۔سید امیر خورد کرمانی،سیر الاولیاء، بہ کوشش واہتمام محمد ارشد قریشی، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،مؤسسہ انتشارات اسلامی، لاہور، ۱۹۷۸ہجری ۱۳۹۸ء

۶۔مولانا نظام الدین احمد بن محمد مقیم الہروی،طبقات اکبری ،نولکشور، ۱۲۹۳/ ۱۸۷۵ء

۷۔ امیر حسن علاء سجزی، فوائد الفواد،تصحیح ومقدمہ وحواشی وفہارس محمد لطیف ملک، لاہور،طبع اوّل، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

۸۔عبد الرحمٰن جامی،نفحات الانس،نولکشور،لکھنؤ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء